یار میرا حج کرادے

لاہور سفرنامہ

راجیندر اروڑا

یار میرا حج کرا دے

یار میرا حج کرا دے

راجندر اروڑا

اُردو ترجمہ: دانش اقبال

یار میرا حج کرا دے

راجندر ارورا

ترجمہ: دانش اقبال

پہلا اُردو ایڈیشن ۲۰۲۲

ٹائٹل اور اس کتاب کا میٹر راجندر ارورا کے پاس محفوظ ہے۔

ایس بی این نمبر

قیمت: ۲۵۰ روپے

شائع کردہ:

صفدر ہاشمی میموریل ٹرسٹ (سہمت)

چھتیس پنڈت روی شنکر شکلا لین،

نئی دہلی۔۱۱۰۰۰۱

ماں کے لیے

حاجی لوک مکے نوں جاندے، میرے گھر وچ نو سو مکہ،
نی میں کملی آں

-بابا بلھے شاہ

ہم دلی بھی ہو آئے ہیں لاہور بھی گھومے
اے یار مگر تیری گلی تیری گلی ہے

بشیر بدر

یہ جو لاہور سے محبت ہے
یہ کسی اور سے محبت ہے

فخر عباس

یہ کہانی نہیں سچّائی ہے، سچّی کہانی۔ کہہ لیجیے اور اس سچّی کہانی کے سبھی موضوع اتنے ہی سچّے ہیں جتنے ان بیتے دِنوں کے سورج اور چاند۔

ملک کی آزادی کے ساتھ ہی ملک کا بٹوارا بھی ہوا۔ انسانی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی بھی اتنے لوگ ایک ہی رات میں بے گھر نہیں ہوئے، نہ اتنی تعداد میں لوگ اپنے ہی دیس میں بدیسی ہوئے تھے۔

جنہوں نے آنے والے دنوں، ہفتوں اور مہینوں میں راتوں رات بنی سرحدوں کو پار کیا۔ جتنے نہتے بلوائیوں کے ہاتھوں مارے گئے، جتنے گھر پریوار، محلّے، گاؤں اور شہر اُجڑے، جتنی عورتیں بلاتکار کا شکار ہوئیں، جتنی غائب ہو گئیں، جتنے بچّے یتیم ہوئے، جتنے بچّے، بوڑھے اور جوان بھوک اور پیاس سے مارے گئے ان کی صحیح تعداد کسی کو معلوم نہیں۔

انسانیت کا دم بھرنے والے مذہبوں کے دعویداروں نے جس انسان دشمنی کا مظاہرہ کیا، جتنی لوٹ کھسوٹ، ظلم اور زیادتیاں ہوئیں اور دفتر شاہوں نے جس طرح انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح اِدھر سے اُدھر کھدیڑا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں کم ہی ملے گی۔

ایک کروڑ سے زیادہ لوگوں نے سرحدیں پار کیں، دس لاکھ سے زیادہ کو قتل کیا گیا،75 ہزار سے زیادہ عورتیں لا پتہ ہو گئیں۔ یہ سب بڑے آنکڑے ہیں اور اِن میں چھپی ہوئی ہیں بربادی کی کروڑوں داستانیں۔ اکیلے انسانوں، خاندانوں، معمولی انسانوں کی کہانیاں، ان کی کہانیاں جن سے مل کر وہ بھیانک المیہ شکل لیتا ہے جس کے نتیجوں سے عام طور پر سرکاریں انکار کرتی ہیں اور جسے خاص وقتوں پر سیاسی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ایک طرفہ ڈھنگ سے یاد کیا جاتا ہے۔

1947 میں پیدا ہونے والے بچّے آج 75 برس کے ہیں اور اُنہوں نے صرف اس وقت کی بھیانک خوں ریزی کی داستانیں ہی سنی ہیں۔ دوسری طرف وہ ہیں جنہیں وہ وقت یاد ہے، وہ جو اس وقت ہوش سنبھال چکے تھے، جو10-12 برس کے تھے۔ بچّے تھے اس لیے جو کچھ ہو رہا تھا اُسے دیکھ رہے تھے لیکن شاید اُسے پوری طرح سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ اس وقت کا جو خاکہ اُن کے ذہنوں میں تھا وہ اُن کی یادوں اور بڑے بوڑھوں سے سنی ہوئی باتوں سے مل کر تیار ہوا تھا۔ جن کے پاس یہ یادیں تھیں اُن میں سے بہت سے آج ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ اُن سب کا درد اور اُن کی میٹھی اور کڑوی یادیں اب ہماری وراثت ہیں۔

اُن کی یادیں، انکا درد، گھر بار چھوڑنے اور اُجڑنے کا صدمہ، اُن گھروں کی یادیں جن میں وہ پیدا ہوئے، وہ کھڑکی سے باہر کی گلیوں کے منظرجن

کے دلوں پر نقش تھے، اُن کی محبتیں اور ان کی جدائیاں اب ان کی اولادوں اور ان کی اگلی نسلوں کی یادوں اور زندگی کے بارے میں ان کے رویّہ کی بنیاد بن رہی ہیں یا بن چکی ہیں۔

وہ جنہیں لاہور یا دلّی، امرتسر یا سرگودھا، لُدھیانہ یا سیالکوٹ، جالندھر یا گوجرانوالا اور سینکڑوں ایسی جگہوں میں گھروں کی چھتوں پر پتنگ اُڑانا یاد تھا، عید، بیساکھی، ہولی، محرم اور بسنت پنچمی وغیرہ ساتھ ساتھ منانا، میلوں میں جانا، اسکول اور گھر کے پیڑ، گرو جی یا مولوی صاحب کے نام، کھانے اور پکوان جن کی یادوں کو رنگ اور خوشبو دیتے تھے اب اُن میں سے بہت سے ہمارے ساتھ نہیں رہے ہیں اور جو ہیں اُن کی یادیں اب دھندلا گئی ہیں۔

زندگی کی وہ میراث، وہ دھروہر جسے بچاکر رکھنا اس لیے ضروری تھا کہ جو کچھ تقسیم یا foHkktu کے وقت ان دونوں ملکوں کے شہریوں کے ساتھ ہوا وہ پھر کبھی نہ ہو، کسی کے ساتھ نہ ہو۔

اِن یادوں کو یکجا کرنے کا کام جب شروع ہوا تب تک دیر ہو چکی تھی۔ منیر نیازی کی مشہور نظم کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو ہم نے پھر بہت دیر کر دی۔ جن کی یادیں ہمیں سمیٹ کر سنجو کر رکھنی تھیں وہ کتنی قیمتی تھیں اس کا احساس ہمیں اب ہو رہا ہے۔ ہم نہ جانے کیا کیا جمع کرتے رہے، کیا کیا خریدتے رہے۔ بناتے رہے اور وہ بیش قیمتی سرمایہ جس سے انسانوں کی طرح جینے کی دولت ملتی ہماری مٹّھیوں میں سے ریت کی طرح پھسل گیا۔

اُن یادوں کو محفوظ رکھنا ضروری ہے، ہر ایسے انسان کی یادوں کو بچاکر رکھنا ضروری ہے جو 1947 کی نفرتوں کے اس دریا کو پار کرکے آیا ہو اور پھر بھی اپنی انسانیت، انسان دوستی اور اپنی مٹّی سے عشق کی آگ کو اُس نے دھیما نہیں ہونے دیا ہو۔

’’یار میرا حج کرا دے‘‘، ایک ایسے ہی انسان ستپال اروڑا کی کہانی ہے جس نے اپنے دل کے نہاں خانہ میں اپنے وطن کی یاد کی شمع کو جلائے رکھا۔ یہ ستپال جی کے بیٹے، عزیز دوست، راجندر اروڑا کی بھی کہانی ہے اور یہ ایک بہت حسین خواب کی بھی کہانی ہے، ایک ایسا خواب جو اس چھوٹی سی کتاب کو اتنا وزن دیتا ہے کہ یہ ایک بہت بڑی بات کہتی ہے، بہت خوبصورتی سے اُن دروازوں کو کھولتی ہے جو اگر کھلے ہی رکھے جاتے تو ہم سب شاید بہت بہتر انسان ہوتے۔

سہیل ہاشمی

5 جولائی 2022 دہلی